إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ

اعراف، 128

السلام علیک یا بقیۃ اللہ

امام زمانہ عج

کے ظہور کا انتظار

رہبر انقلاب اسلامی آیت اللہ العظمیٰ خامنہ ای

کی

تقاریر کے اقتباسات پر مشتمل

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

امام زمانہ (عج) کے ظہور کا انتظار

امام زمانہ کے منتظروں کے لیے پندرہ شعبان کے درس

امام مہدی، معنوی، روحانی اور سماجی آلام کی شفا

اس یوم ولادت اور اس عظیم ذکر سے ہمیں سبق ملنا چاہیے۔ مہر آمیز جذبات بہت اچھے ہیں اور انسانوں کے لئے بہت سے اچھے اعمال کے محرک ہیں، دنیا کے اس عظیم نجات دہندہ پر ایمان اور دلی عقیدہ، بہت سی معنوی، روحانی اور سماجی بیماریوں اور آلام کے لیے شفا ہے لیکن ان سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہمیں اس عظیم یاد سے، اس بڑے واقعے سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔

مہدویت اور پندرہ شعبان کے درس:

الف) نیکی اور روشن آفاق کی جانب دنیا کا سفر

ان میں سے ایک سبق یہ ہے کہ سبھی یہ جان لیں اور یقین کر لیں کہ دنیا، نیکی اور روشن آفاق کی سمت بڑھ رہی ہے۔ دنیا کے مستکبر جو چاہے کہیں، اپنی طاقت کا مظاہرہ کریں لیکن حق و

حقیقت کا لشکر اور وہ کارواں جو انسانیت کو عدل و انصاف کی منزل کی طرف لے جا رہا ہے، روز بروز آگے بڑھتا جا رہا ہے۔ وقت کا گزرنا دلوں میں اس امید کو کم یا ختم نہیں کرسکتا کہ مستقبل میں، جس کی ہمیں امید ہے کہ وہ چنداں دور نہیں ہے، بنی نوع انسان کی ہر فرد حقیقی معنی میں عدل و انصاف کی شیرینی کو محسوس کرے گی۔ زمین پر اس خدائی حکومت کی حقانیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ تمام بنی نوع انسانی کو، حقیقت کی معرفت اور حقیقت پر عمل آوری کا اپنا حصہ حاصل ہوگا۔

ب) دنیا میں توحید کے نعرے کا عمل جامہ پہننا

امام زمانہ عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف جن نعروں پر عمل کریں گے، وہ آج ہمارے سارے عوام کے نعرے ہیں، ایک ملک اور ایک حکومت کے نعرے ہیں۔ یہ خود ہی امام زمانہ کے اہداف کی جانب ایک بہت بڑا قدم ہے۔ کبھی دنیا میں توحید کا نعرہ، معنویت و روحانیت کا نعرہ، دینداری کا نعرہ منسوخ ہو چکا تھا، کوشش کی گئی تھی کہ ان نعروں کو طاق نسیاں کی زینت بنا دیا جائے لیکن آج دنیا کے اس خطے میں یہ نعرے، حکومت کے سرکاری نعرے ہیں، حکومت چلانے کے باضابطہ اور عوام کی فرد فرد کے نعرے ہیں، اس کے علاوہ یہ نعرے، دنیا کے بہت سے ملکوں میں مسلم اقوام کی آرزو ہیں اور یہ نعرے ایک دن ضرور عملی جامہ پہنیں گے۔

ظہور کی راہ کس طرح ہموار کی جائے؟

الف) حق پر ڈٹے رہنا

جب یہ راہ ہموار ہوگئی اور جب یہ پتہ چل گیا کہ دنیا کی مادی سامراجی طاقتوں کے مقابلے میں یہ راہ موجود ہے کہ سارے انسان اپنی حق بات پر ڈٹ سکتے ہیں تو وہی دن امام زمانہ

کے ظہور کا دن ہوگا، وہی دن، وہ دن ہوگا جب انسانیت کا نجات دہندہ پروردگار عالم کے فضل و کرم سے ظاہر ہوگا۔

ب) اپنی اور سماج کی اصلاح

آپ عزیز عوام، خاص طور پر آپ نوجوان اپنی بھلائی کے لیے، اپنی معرفت، اخلاق اور کردار کو بہتر بنانے کے لیے اور اپنی صلاحیتوں کو پروان چڑھانے کے لیے جتنی زیادہ کوشش کریں گے، اس مستقبل کو خود سے اتنا زیادہ قریب کریں گے۔ یہ ہمارے ہاتھ میں ہے۔ اگر ہم خود کو بھلائی کے قریب کریں گے تو وہ دن بھی قریب آئے گا۔ جس طرح سے ہمارے شہداء نے اپنی جان نثار کر کے اس دن کو قریب کر دیا۔

مہدویت کے بارے میں صحیح عقیدہ اور سماج پر اس کے اثرات

یہ فقط شیعہ نہیں ہیں جو مہدی موعود (سلام اللہ علیہ) کے منتظر ہیں بلکہ منجی اور مہدی کے انتظار کا عقیدہ سبھی مسلمانوں سے متعلق ہے۔ دوسروں اور شیعوں میں فرق یہ ہے کہ شیعہ اس عظیم ہستی کو اس کے نام و نشان اور مختلف خصوصیات سے جانتے ہیں لیکن دوسرے مسلمان جو منجی کے معتقد ہیں وہ منجی کو نہیں جانتے، فرق یہیں پر ہے۔ ورنہ اصل مہدویت پر تو تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ دوسرے ادیان کے لوگ بھی آخری زمانے میں ایک نجات دہندہ کے انتظار کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ انھوں نے بھی اس سلسلے میں کم از کم ایک بات کو تو صحیح طریقے سے سمجھ لیا ہے لیکن اصل بات کو، جو نجات دہندہ کی ذات کی معرفت کا مسئلہ ہے، وہ سمجھنے میں غلطی کر رہے ہیں۔ شیعہ اپنی قطعی اور مسلّمہ روایتوں کی بدولت نجات دہندہ کو اس کے نام، نشان، خصوصیات اور تاریخ ولادت سے جانتے ہیں۔ مہدویت کے عقیدے کے بارے میں چند نکات ہیں، جنھیں میں یہاں پر اجمالی طور پر عرض کر رہا ہوں۔

مہدویت، نبوت اور الٰہی دعوت کا تسلسل

ایک نکتہ یہ ہے کہ حضرت بقیۃ اللہ (ارواحنا فداہ) کا وجود مقدس تاریخ کی ابتدا سے اب تک نبوتوں اور الٰہی دعوتوں کا ہی تسلسل ہے، یعنی جیسا کہ ہم دعائے ندبہ میں پڑھتے ہیں "فبعض اسکنتہ جنّتک" کہ جس سے مراد حضرت آدم ہیں "الی ان انتھی الامر" تک جس سے مراد خاتم الانبیاء ہیں اور اس کے بعد وصایت اور اہل بیت پیغمبر کا مسئلہ یہاں تک کہ امام زمانہ تک یہ سلسلہ پہنچتا ہے، یہ سب کچھ تاریخ بشریت میں ایک دوسرے سے جڑا ہوا ایک ہی سلسلہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سلسلۂ نبوت کی وہ عظیم تحریکیں اور پیغمبروں کے ذریعے دعوت الٰہی کا وہ سلسلہ کبھی بھی رکا نہیں۔ انسان کو پیغمبروں، دعوت الٰہی اور داعیان الٰہی کی ہمیشہ ضرورت ہے اور یہ ضرورت آج بھی باقی ہے اور جتنا زمانہ گزرا ہے، انسان انبیائے الٰہی کی تعلیمات سے زیادہ نزدیک ہوا ہے۔ ان داعیان الٰہی کا سلسلہ آج بھی منقطع نہیں ہوا ہے اور حضرت بقیۃ اللہ الاعظم ارواحنا فداہ کا وجود مقدس، داعیان الٰہی کے سلسلے کی ہی کڑی ہے جیسا کہ آپ زیارت آل یاسین میں پڑھتے ہیں: "السلام علیک یا داعی اللہ و ربّانی آیاتہ" یعنی آپ جناب ابراہیم کی اسی دعوت کو حضرت موسیٰ کی اسی دعوت کو، حضرت عیسیٰ کی اسی دعوت کو اور تمام پیغمبروں اور مصلحان الٰہی کی دعوتوں اور پیغمبر خاتم کی دعوت کو حضرت بقیۃ اللہ کے وجود میں مجسم دیکھ رہے ہیں۔ یہ عظیم ذات ان تمام انبیاء اور مصلحان الٰہی کی وارث ہے اور ان سب کی دعوت اور ان کے پرچم کو اپنے ہاتھ میں اٹھائے ہوئے ہے اور پوری دنیا کو انہی تعلیمات سے روشناس کرا رہی جو ان انبیاء نے متعارف کرائی تھیں۔ یہ ایک اہم نکتہ ہے۔

فرج اور ظہور کے انتظار کا صحیح مفہوم

عقیدۂ مہدویت کے باب میں دوسرا نکتہ انتظار فرج کا ہے۔ انتظار فرج ایک بہت ہی وسیع مفہوم ہے۔ ایک انتظار آخری فرج کا انتظار ہے، یعنی یہ کہ اگر انسانیت یہ دیکھے کہ دنیا کی

طاغوتی طاقتیں ظلم وستم کر رہی ہیں، لوٹ مار کر رہی ہیں اور کھلے عام لوگوں کے حقوق پر ڈاکا ڈال رہی ہیں تو اسے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ دنیا اسی کا نام ہے اور اس کا انجام یہی ہے۔ اسے یہ نہیں سمجھ لینا چاہیے کہ اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے اور اسی صورتحال پر صبر کر کے بیٹھ جانا چاہیے، نہیں! ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ اسے یہ جاننا چاہیے کہ یہ وقتی حالات ہیں جو گزر جائیں گے: "للباطل جولۃ" (باطل کی ایک جولانی ہے جس کے بعد وہ ختم ہو جانے والا ہے) اور جو چیز اس دنیا سے متعلق ہے اور اس عالم طبیعت سے متعلق ہے وہ عدل و انصاف کی حکومت کے قیام سے عبارت ہے۔ انتظار فرج اور راحت و آرام اور بالآخر وہ دور جس میں ہم زندگی گزار رہے ہیں اور انسان ظلم وستم کا شکار ہے، وہ انتظار فرج کا ایک مصداق ہے لیکن انتظار فرج کے اور بھی مصداق ہیں۔ جب ہم سے کہتے ہیں کہ فرج کا انتظار کرو تو اس کا مطلب صرف یہ نہیں ہے کہ آخری اور حتمی فرج کا انتظار کرو بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر مشکل کا حل ہے اور ہر مشکل کو حل کیا جا سکتا ہے، فرج کا مطلب یہ ہے۔ یعنی مشکلات کے بعد راحت و آرام۔ مسلمان درس انتظار سے فرج کو سیکھتا ہے اور اس سے سبق لیتا ہے کہ انسان کی زندگی میں کوئی بھی ایسی مشکل نہیں جو قابل حل نہ ہو یا اسے حل نہ کیا جا سکتا ہو۔ اس سلسلے میں غلطی اور غلط فہمی کا شکار نہیں ہونا چاہیے، یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ انتظار کا مطلب یہ ہے کہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں اور اس بات کا انتظار کریں کہ کوئی حل نکل آئے گا اور سب کچھ خود ہی ٹھیک ہو جائے گا۔ انتظار ایک عمل ہے، خود کو آمادہ کرنے کا نام ہے اور اپنے باطن کی تقویت کا نام ہے، ایک جذبے اور تحرک کا نام ہے جو تمام میدانوں سے متعلق ہوتا ہے۔

یہ درحقیقت قرآن کریم کی ان آیات کریمہ کی تفسیر ہے کہ "وَنُرِيدُ اَن نَّمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِى الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ" (اور ہم چاہتے ہیں کہ ان لوگوں پر احسان کریں جنھیں زمین میں کمزور کر دیا گیا تھا اور انھیں پیشوا بنائیں اور انھیں (زمین کا) وارث قرار دیں۔ سورۃ قصص، آیت 5) یا "اِنَّ الْاَرْضَ لِلَّهِ يورِثُهَا مَن يشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ" (بے شک زمین اللہ کی ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے اس کا وارث بنا

دیتا ہے اور اچھا انجام تو پرہیزگاروں کا ہی ہے۔سورۂ اعراف، آیت 128) یعنی کبھی بھی امتوں اور قوموں کو فرج اور راحت کی طرف سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔

حقیقی فرج عمل، جذبے اور اقدام سے ہی عملی جامہ پہنے گی

جس دن ایرانی قوم نے قیام کیا، اس نے امید حاصل کی اور تبھی قیام کیا۔آج وہ امید پوری ہو گئی ہے، اس نے اس قیام سے وہ بڑا نتیجہ حاصل کر لیا ہے اور آج بھی وہ مستقبل کی طرف سے پر امید ہے اور پوری امید و نشاط کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہے۔ یہ نور امید ہے جو جوانوں کو حوصلہ عطا کر رہا ہے، ان کے اندر تحرک و نشاط پیدا کر رہا ہے، انھیں حوصلے ہارنے اور پژمردگی سے روک رہا ہے اور معاشرے میں تحرک اور آگے بڑھنے کا جذبہ پیدا کر رہا ہے. یہ انتظار فرج کا نتیجہ ہے۔

ہمارے عمل اور کردار پر امام زمانہ کی نظر اور توجہ

ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ امام زمانہ (ارواحنا فداہ) ہمارے اعمال و رفتار کے ناظر ہیں، ہمارے اعمال ان کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔ یہ ہمارے مومن جوان جو مختلف میدانوں میں خواہ وہ معنویت و معرفت کا میدان ہو یا کام و کوشش کا میدان، جدو جہد کا میدان ہو یا سیاست کا میدان، یا پھر جہاد کا میدان ہو، جب ان کی ضرورت ہوئی، تب وہ اس طرح اپنے اخلاص اور شادابی کا مظاہرہ کرتے ہیں تو وہ امام زمانہ کو خوش کرتے ہیں۔ یہ جو اسلامی ملک میں، مثال کے طور پر ہمارے مسلمان ملک میں اس بات کی کوشش ہو رہی ہے کہ ملک کے نظم و نسق پر نگرانی رکھی جائے، ملک کی پیشرفت پر دھیان دیا جائے، اس سلسلے میں فیصلے کیے جائیں اور اقدامات کیے جائیں اور اس بات کی اجازت نہیں دی جاتی کہ ملک کے اندر استکباری و سامراجی مقاصد عملی جامہ پہن سکیں تو ان تمام باتوں سے امام زمانہ خوش ہوتے ہیں کیونکہ امام زمانہ ناظر ہیں اور ان کی خدمت

میں ہمارے اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ آپ کے انتخابات کو امام زمانہ نے دیکھا ہے، آپ کے اعتکاف کو امام زمانہ نے دیکھا ہے، پندرہ شعبان کے موقع پر سڑکوں، گھروں اور دیگر مقامات پر چراغانی اور سجاوٹ کو، جو آپ لوگوں اور ہمارے جوانوں نے کی ہے، امام زمانہ نے ملاحظہ فرمایا ہے۔ آپ تمام خواتین و حضرات کی مختلف میدانوں میں بھرپور موجودگی کو امام زمانہ نے دیکھا ہے اور دیکھتے ہیں۔ ہمارے ملک کے حکام کے اعمال اور ان کی کارکردگی، جو مختلف میدانوں میں ہوتی ہے امام زمانہ کے سامنے پیش ہوتی ہے اور ان کاموں میں ہمارے عزم مصمم کی اگر جھلک ہوتی ہے اور کوئی کام ایسا ہوتا ہے جو ایک مسلمان کے شایان شان ہو تو امام زمانہ خوش ہوتے ہیں اور اگر خدا نخواستہ اس کے برخلاف ہم سے کوئی کام اور غلطی سرزد ہو جائے تو امام زمانہ کو ہم سے تکلیف پہنچتی ہے۔ آپ ذرا ملاحظہ کیجیے کہ یہ کتنا بڑا عامل اور محرک ہے۔

مہدویت کا عقیدہ سماج میں اطمینان اور قوت قلب کا سرچشمہ

ایک اور نکتہ یہ ہے کہ جو معاشرہ مہدویت پر یقین رکھتا ہے اسے قوت قلب حاصل ہوتی ہے۔ قوموں کے لیے یہ قوت قلب بہت اہم ہے۔ آپ یہ جان لیجیے کہ اسلامی ملکوں پر سامراجی طاقتوں کا تسلط اسی وقت ہوا جب انھوں نے ان کے دلوں کو پوری طرح سے مایوس کر دیا اور جب ان کے اندر کمزوری کا احساس ہونے لگا، جب ان کے اندر توانائی کے فقدان کا احساس پنپنے لگا، تب سامراجی طاقتیں آئیں اور ان پر مسلط ہو گئیں۔ آج بھی ایسا ہی ہے۔ آج ہم دنیا کے سیاسی اور سفارتی تعلقات کے میدان میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ عالمی استکبار کا ایک سب سے بڑا ہتھکنڈا یہ ہے کہ مختلف ملکوں اور اب خاص طور پر اسلامی ملکوں کے حکام کے دلوں کو ناامید کر دے اور ان کے اندر یہ احساس پیدا کر دے کہ ان کی مدد کرنے والا کوئی نہیں ہے تا کہ وہ یہ سمجھ لیں کہ ان کے پاس اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں ہے کہ مثال کے طور پر امریکا کے سامنے گھٹنے ٹیک دیں۔

مہدویت پر عقیدے سے غیبی امداد اور دوہری توانائی

ہم نے محاذ جنگ پر اپنے جوانوں کو دیکھا ہے کہ وہ غیبی امداد اور حضرت ولی عصر (ارواحنا فداہ) کے لطف ونظر کرم پر عقیدہ رکھتے تھے اور اسی عقیدے اور اسی قوت قلب سے استفادہ کرتے تھے اور ان کے اندر دگنی توانائی پیدا ہوجاتی تھی اور اسی کے سہارے وہ آگے بڑھتے تھے۔ البتہ اگر غیبی امداد کا مطلب یہ لیا جائے کہ انسان بیکار بیٹھا رہے، دروازے بند کرلے اور اس انتظار میں رہے کہ غیب سے اس کی مدد ہوجائے گی تو وہ جان لے کہ غیب سے بھی مدد نہیں ہوگی : "وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ اِلَّا بُشْرَىٰ لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوبُكُم بِهِ" (اللہ نے اس (غیبی امداد) کو قرار نہیں دیا مگر اس لیے کہ تمھارے لیے خوشخبری ہو اور تمھارے دل مطمئن ہو جائیں۔ سورۂ آل عمران، آیت 126) میدان جنگ میں، سیاسی مشکلات کے میدان میں اور قوموں کے اٹھ کھڑے ہونے کی صورت میں غیبی مدد انسانوں کے شامل حال ہوتی ہے۔ اگر آپ اٹھ کھڑے ہوں گے تو غیبی مدد بھی ہوگی۔

مہدئ موعود کے ظہور کا انتظار، ایک اٹل حقیقت

مہدویت، اعلیٰ دینی تعلیمات وعقائد کی ایک اہم بنیاد

امام زمانہ علیہ السلام سے متعلق عقیدے کا جہاں تک تعلق ہے تو پندرہ شعبان (امام زمانہ علیہ السلام کی ولادت کی تاریخ) کے قریب ہونے کی وجہ سے اس موضوع پر گفتگو کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں بس اتنا عرض کرنا ہے کہ دینی عقائد اور معارف کی چند اہم ترین بنیادوں میں ایک یہی عقیدہ ہے، جیسے عقیدۂ نبوت ہے۔ مہدویت کے عقیدے کی اہمیت اس حد تک ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ یہ عقیدہ جس چیز کی نوید دیتا ہے وہ وہی شئے ہے جس کے

لیے تمام انبیاء اور رسولوں کو مبعوث کیا گیا اور وہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی ودیعت کردہ تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے انصاف کی بنیاد پر توحیدی معاشرے کی تشکیل ہے۔

مہدویت، اعلیٰ الٰہی اہداف کی سمت حرکت

میں نے بارہا یہ بات کہی ہے کہ انسانیت نے ان گزشتہ صدیوں کے دوران انبیائے الٰہی کی تعلیمات کے زیر اثر جو کچھ کیا ہے وہ درحقیقت اس شاہراہ کی جانب بڑھنے کی کوشش ہے جو حضرت امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے زمانۂ ظہور میں انسانیت کو اعلیٰ اہداف کی جانب لے جائے گی۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے انسانوں کا ایک گروہ پہاڑی راستوں، دشوار گزار پہاڑیوں، دلدلوں، کانٹوں اور رہزنوں سے بھرے راستوں سے کچھ خاص ہستیوں کی تعلیمات کے سہارے آگے بڑھ رہا ہے کہ کسی صورت سے خود کو اس شاہراہ تک پہنچا دے۔ جب یہ کارواں شاہراہ پر پہنچ جائے گا تو پھر راستہ بالکل سیدھا، واضح اور ہموار ہوگا اور اس پر آگے بڑھنا آسان ہوگا۔ کارواں آسودہ خاطر ہو کر اس شاہراہ پر اپنا سفر جاری رکھ سکتا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ شاہراہ پر پہنچ جانے کے بعد سفر ختم ہو جائے گا۔ جی نہیں، اس مرحلے پر پہنچنے کے بعد ہی تو اعلیٰ الٰہی اہداف کی سمت برق رفتاری سے سفر کا آغاز ہونے والا ہے کیونکہ انسان کی استعداد کبھی نہ ختم ہونے والی استعداد ہے۔

اسلام کے اعلیٰ اہداف کی سمت امت مسلمہ کی حرکت کی کنجی

(امام مہدی کے ظہور کے) انتظار کا مسئلہ بھی مہدویت کے عقیدے کا لازمی جز ہے اور یہ بھی منزل کمال کی سمت امت مسلمہ کی عمومی و اجتماعی حرکت اور حقیقت دین کو سمجھانے میں بنیادی حیثیت رکھنے والے مفاہیم میں ہے۔ انتظار یعنی توجہ، انتظار یعنی ایک یقینی حقیقت پر نظر رکھنا۔ یہ ہے انتظار کا مفہوم۔ انتظار یعنی یہ مستقبل جس کے ہم منتظر ہیں یقینی ہے۔ بالخصوص اس

لئے بھی کہ یہ انتظار ایک جیتے جاگتے انسان کا انتظار ہے۔ یہ بہت اہم بات ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ کوئی شخص پیدا ہونے والا ہے، منصۂ وجود پر ظہور پذیر ہونے والا ہے۔ نہیں، وہ ایسی ہستی ہے جو موجود ہے، لوگوں کے درمیان موجود ہے۔ روایتوں میں منقول ہے کہ لوگ انھیں دیکھتے ہیں اور حضرت بھی لوگوں کو دیکھتے ہیں لیکن لوگ آپ کو پہچانتے نہیں۔ بعض روایات میں حضرت یوسف سے تشبیہ دی گئی ہے کہ حضرت یوسف کے بھائی انھیں دیکھ رہے تھے حضرت یوسف ان کے سامنے تھے، ان کے قریب جاتے تھے لیکن وہ انہیں نہیں پہچان پاتے تھے۔

انتظار کے مسئلے میں عالمانہ اور مستند کام

انتظار کے مسئلے میں باریک بینی کے ساتھ عالمانہ انداز میں کام کرنے کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں عامیانہ اور جاہلانہ باتوں سے بہت سختی سے پرہیز کرنا چاہیے۔ جو چیزیں خطرناک ہو سکتی ہیں ان میں سے ایک یہی عامیانہ، جاہلانہ، معرفت سے عاری اور معتبر سند کے بغیر امام زمانہ علیہ السلام عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے سلسلے میں بحث کرنا ہے۔ کیونکہ اس طرح مہدویت کے جھوٹے دعویداروں کے لیے زمین ہموار ہوتی ہے۔ غیر عالمانہ، غیر معتبر، پختہ دلائل اور سند سے عاری بحث درحقیقت وہم وخیال ہے۔

تاریخ میں بہت سے دعویدار پیدا ہوئے ہیں۔ یہ دعویدار ظہور کی کسی ایک علامت کو اپنے اوپر یا کسی اور پر منطبق کر لیتے تھے۔ یہ سراسر غلط عمل ہے۔ بعض باتیں جو ظہور امام زمانہ علیہ السلام کی علامات کے طور پر بیان کی جاتی ہیں حتمی نہیں ہیں۔ یہ ایسی باتیں ہیں جو معتبر روایات میں مذکور نہیں ہیں۔ ضعیف روایتوں میں ان کا ذکر ضرور ملتا ہے لہذا ان پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ جو علامتیں معتبر ہیں ان کے لیے بھی صحیح مصداق کی تلاش کرنا کارے دارد۔

امام زمانہ سے توسل اور معنوی لگاؤ کی اہمیت

مختلف زیارتوں میں ہم جو توسل کا انداز دیکھتے ہیں جن میں بعض کی سند بھی بہت معتبر ہے، ان کی بہت اہمیت ہے۔ حضرت سے توسل، آپ کی سمت توجہ اور دور سے آپ سے انسیت۔ جہاں تک امام سے توسل اور ان سے راز و نیاز کا سوال ہے تو یہ عمل، انسان دور سے انجام دیتا ہے۔ امام علیہ السلام اسے سنتے ہیں اور ان شاء اللہ اسے قبول بھی کرتے ہیں۔ اگر چہ ہم اپنے مخاطَب سے دور سے بات کر رہے ہیں لیکن اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ سلام کرنے والوں کا سلام اور پیغام دینے والوں کا پیغام حضرت تک پہنچاتا ہے۔ یہ توسل اور یہ روحانی انسیت بہت مستحسن اور لازمی امر ہے۔